International Research Journal of Arabic and Islamic Studies, Vol.:06, Issue: 02, April-June 2025

OPEN ACCESS
IRJAIS
ISSN (Online): 2789-4010
ISSN (Print): 2789-4002
www. irjais.com

ترجمۂ میر جعفر علی حسرت تحقیقی و تنقیدی مطالعہ

(مشمولہ در تذکرۃ الشعراء از خیراتی لعل بے جگر)

A Research and Critical study of Poetic Collection of Mīr Ja‘ffar ‘Alī Hasrat Included in Tazkirat - us - Shoara’ by Khairatī L‘al Bē Jigar

Dr. Zahira Nisar
Assistant Professor
Department of Urdu Encyclopaedia of Islam, University of the Punjab, Lahore
zahiranisar6@gmail.com

Abstract
Mīr Jaffar Alī Hasrat was a well known poet of Lakhnavī era. His poetry truly represents the Lakhnavī School of Thought. He was not only a renowned poet but had great diciples in which Qalandar Bakhsh Jurr`at have a special place in History of Urdu Language and Literature. Hasrat was so famous in his era that he had a long list of renowned disciples- In his poetic collection his Kulliyāt and Maṣnavī Ṭooṭi Namā are enough to represent him as a high rank poet. In this article poetic content of Hasrat in Tazkirat-us-Shoara’ will be edited and discussed.

Keywords:
Lakhnavī School of Thought, Qalandar Bakhsh Jurr’at, Tootī Nāma, History of Urdū Literature, Rai’ Sarap singh Dīwāna.

تولد و جائے قیام:

میاں ابوالخیر عطّار کے فرزند، جعفر علی حسرتؔ (پ:۱۱۴۷ھ/۱۷۳۴ء۔ م:۱۲۰۶ھ/۱۷۹۱ء) دہلی کے رہنے والے تھے تاہم جب ۱۱۷۰ھ/۱۷۵۷ء کو دہلی میں احمد شاہ ابدالی (پ: ۱۷۲۲ء۔ م:۱۷۷۳ء) کے حملے کے سبب انتشار پیدا ہوا تو انھوں نے بھی دیگر کمالِ فن اصحاب کی مانند پہلے فیض آباد اور پھر لکھنؤ کا رخ کیا۔ حسرتؔ کی قطعی تاریخِ پیدائش نامعلوم ہے تاہم ڈاکٹر جمیل جالبی (پ:۱۹۲۹ء۔ م:۲۰۱۹ء) نے قرائن سے یہ طے کیا ہے کہ احمد شاہ ابدالی کے حملے اور مخمس ”در احوالِ شاہ جہاں آباد“ کی تخلیق کے وقت اُن کی عمر بائیس برس کے لگ بھگ ہو گی۔ اس حساب سے ۱۱۴۷ھ/۱۷۳۴ء میں تولد ہوئے ہوں گے (۱)۔ وہ ایک جگہ ہجرت کے کرب کو درجِ ذیل انداز میں کہتے ہیں:

چھٹا حسرتؔ جہاں آباد، اب تو سیر خوباں کو
اودھ ہے لکھنؤ ہے بنگالہ ہے اور بنارس ہے

CC BY

مرا دل داغ ہے حسرتؔ جہاں آباد کے غم سے
ہزار افسوس یہ گلزار یوں ویرانہ ہو جائے

میرؔ (پ: ۱۷۲۳ھ۔م: ۱۸۱۰ء) کے نکات الشعراء اور قائم کے مخزنِ نکات میں حسرتؔ مفقود الخبر ہیں۔ اس کا سبب بہ ظاہر یہی نظر آتا ہے کہ اپنے قیامِ دہلی کے دوران میں حسرتؔ کے شعری جوہر کو اس قدر جلا نہیں ملی تھی کہ وہ کمالِ فن اصحاب سے داد و تحسین وصول کر سکتے۔ تذکرۂ خوش معرکۂ زیبا میں حسرتؔ کا مفصل ترجمہ اور کلام ملتا ہے۔ تاہم تذکرۃ الشعراء از خیراتی لعل بے جگرؔ میں حسرتؔ کا انتخابِ کلام مذکورہ بالا تذکرے کے برعکس زائد ہے۔

تحصیلِ علم:

حسرتؔ نے رواجِ زمانہ کی مناسبت سے علمِ عروض و قوافی مرزا فاخر مکینؔ سے سیکھا۔ حکمت بھی جانتے تھے۔ عربی، فارسی پر بھی قدرت رکھتے تھے۔

فیض آباد آمد:

حسرتؔ کے دہلی سے ترکِ سکونت کر جانے کا وقت نامعلوم ہے۔ تاہم جب ۱۱۷۹ھ / ۱۷۶۵ء میں شجاع الدولہ (پ: ۱۷۳۲ء۔ م: ۱۷۷۵ء) نے فیض آباد میں سکونت اختیار کر لی تو حسرتؔ نے ان کی توصیف میں ایک قصیدہ لکھا۔ ڈاکٹر نور الحسن ہاشمی (پ: ۱۹۱۱ء۔م: ۲۰۰۰ء) لکھتے ہیں:

۔۔۔یہ قصیدہ اُس قصیدے کی نقل ہے جو سودا نے غازی الدین خاں بہادر وزیر اعظم احمد شاہ کی شان میں لکھا تھا۔ حسرتؔ اپنے اس قصیدے کے آخر میں لکھتے ہیں :

دل میں حسرت مرے اک عمر سے تھی سو بارے
شکر اللہ کہ اب مجھ کو یہاں لایا فلک (۲)

کسبِ معاش:

حسرتؔ کے والد پیشۂ عطار سے وابستہ تھے۔ وہ بھی کچھ عرصہ اسی پیشے سے وابستہ رہے۔ جب حسرتؔ لکھنؤ وارد ہوئے تو اُن کے والد بھی اُن کے ہم راہ تھے۔ چناں چہ لکھنؤ میں اکبری دروازے سے متصل اُن کی دُکان موجود تھی۔ شعری مزاج ہونے کے باوصف وہ اس پیشے سے مستقل وفا کے متحمل نہیں ہو سکتے تھے۔ چناں چہ انھوں نے مشقِ سخن کو بہ طور پیشہ اختیار کیا۔ مصحفی لکھتے ہیں:

”۔۔۔جوانِ خوش خلق و حلیم و سلیم واقع شدہ۔ از مدتِ بسیار مشقِ سخن می کند۔ شاگردانِ بسیار بہم رسانیدہ۔ فقیر او را در مشاعرہ ہائے لکھنو دیدہ تا ایں مدت معاش بہ پیشہ شاعری بسر بردہ۔ چون پدرش جہانی فانی را پدرو کرد... خود بجائے پدر دوکان نشین گردیدہ بود...“ (۳)

اسپرنگر (پ: ۱۸۱۳ء۔م: ۱۸۹۳ء) نے حسرتؔ کے معاش کی بابت درجِ ذیل اظہارِ خیال کیا ہے:

”جعفرؔ ولد ابو الخیر، جو لکھنؤ کے نخاس یعنی مویشیوں کے بازار میں عطار کی دوکان رکھتے

تھے...‘‘ (۴)

حسرتؔ کی پیشۂ عطار سے دوبارہ وابستگی اُن کے باطنی انقلاب کا پیش خیمہ تھی۔ جس کی تفصیل آئندہ پیش کی جائے گی۔

فکر سخن و تلمذ:

حسرتؔ نے رائے سرپ سنگھ دیوانہؔ کے آگے زانوئے تلمذ تہہ کیا اور اردو گوئی میں مہارت بہم پہنچائی۔ دوسری جانب مرزا فاخر مکینؔ سے انھوں نے نہ صرف مختلف علوم و فنون سیکھے بلکہ فارسی گوئی کے متنوع قرینے بھی اسی استادِ فن نے اُن کے ذہن و دل میں منتقل کیے۔ مختلف تذکروں میں موجود تراجمِ حسرتؔ میں اس امر کا اظہار بالصراحت ہوا ہے۔

باطنؔ، گلستانِ بے خزاں میں لکھتے ہیں:

’’فرزانگی یہ کی کہ درستیِ سخن سرپ سنگھ دیوانہؔ سے سیکھی۔‘‘ (۵)

عشقی عظیم آبادی، تذکرہ عشقی میں لکھتے ہیں:

’’ابتدائے مشق میں انھوں نے رائے سرپ سنگھ دیوانہؔ سے اصلاح لی۔ آخر ان سے منحرف ہو گئے۔‘‘(۶)

استاد سے منحرف ہونے کا ذکر تذکرہ خوش معرکۂ زیبا میں بھی ملتا ہے۔ جس کا سبب ناصر نے دکان داری اور سخن وری میں نام وری قرار دیا ہے۔ حسرتؔ کے اردو و فارسی زبان کے استادوں کے ضمن میں ڈاکٹر نورالحسن ہاشمی لکھتے ہیں:

’’حسرت خود فارسی میں مرزا فاخر مکینؔ اور اردو میں رائے سرپ سنگھ دیوانہؔ کے شاگرد تھے۔ یہ اُستادی و شاگردی کا سلسلہ کب شروع ہوا تھا۔ دہلی یا فیض آباد میں، تحقیق نہیں ہو سکا۔ بہر حال فیض آباد اور لکھنؤ میں ان کی اردو شاعری بہت چمکی‘‘۔(۷)

وابستگیِ سرکار:

حسرتؔ نے فیض آباد میں شجاع الدولہ کی سرکار سے وابستگی اختیار کی بعد ازاں ۱۷۷۵ء میں جب آصف الدولہ (پ:۱۷۴۸ء۔م:۱۷۹۷ء) نے لکھنؤ کی باگ ڈور سنبھالی تو اُن سے وابستہ ہو گئے۔ تاہم قبل ازیں انھوں نے کچھ عرصہ حسن علی خان بہادر (پ:۱۶۶۱ء۔م:۱۷۲۲ء) اور مرزا جہاں دار شاہ (پ:۱۶۶۱ء۔م:۱۷۱۳ء) کے ہاں ملازمت اختیار کی تاہم والد کے انتقال کے سبب مذکورہ سرکاری ملازمت ترک کر دی۔

مائل بہ تصوف:

والد کی وفات نے حسرتؔ کو ترکِ دنیا کی راہ سجھائی، چناں چہ انھوں نے مختصر عرصے پر محیط اپنی درباری زندگی سے کنارہ کشی اختیار کرتے ہوئے لکھنؤ میں اپنے آبائی پیشے کی جانب مراجعت کی۔ بعد ازاں کسی صاحبِ نظر کی نظرِ کامل نے انھیں ترکِ دنیا کا سبق پڑھایا۔ مرشد نے ان کا نام مقصود علی رکھا اور یہ واقعہ ان کی وفات سے چار سال قبل رونما ہوا۔

ڈاکٹر نورالحسن نقوی (پ:۱۹۳۳ء) اس ضمن میں لکھتے ہیں:

’’کسی درویش کی باتوں سے اتنا متاثر ہوئے کہ انھوں نے دنیا ترک کر کے درویشی اختیار کر لی اور گوشہ نشینی اختیار کر کے چوک مسجد بساطیان میں (جو اب بھی موجود ہے) معتکف ہو گئے تھے۔‘‘

(۸)

مرقعِ شعراء میں واقعۂ مذکورہ درجِ ذیل انداز میں پیش کیا گیا ہے:

"چوں پیر شد، فیضِ ازل دست گیر شد، ہمت بر تجرد گماشت، دنیاے گذراں را گزاشتی انگاشت، دست از ہمہ برداشت و بہ مسجد بساطیان در چوک بہ اعتکاف نشست۔" (۹)

نسخۂ دل کشا میں بھی حسرتؔ کے فقیر ہو جانے کا ذکر بھی ملتا ہے۔(۱۰)

وفات:

۱۲۱۷ھ میں حسرتؔ کے انتقال کا پتہ چلتا ہے۔ چوں کہ وہ دنیا و مافیہا سے لاتعلق ہو گئے تھے، لہٰذا گوشہ نشینی اختیار کر لی اور اسی ترکِ دنیا کی کیفیت میں اس فانی دنیا سے کوچ کر گئے۔

مرزا علی لطف (پ:۱۷۷۸ء۔م:۱۸۰۴ء) نے تذکرۂ گلشنِ ہند میں حسرتؔ کے انتقال کی تاریخ ۱۲۱۰ھ تحریر کی ہے:

"۱۲۱۰ھ بارہ سو دس ہجری میں تختہ بند کر کے دکانِ وجود کو سیر بازارِ عدم کی ہے۔"(۱۱)

نورالحسن ہاشمی نے ۱۲۰۶ھ/۱۷۹۱ء حسرتؔ کی تاریخِ وفات درج کی ہے۔ جرأت کے قطعۂ تاریخ سے مذکورہ تاریخ کی تصدیق بھی ہوتی ہے۔ اس لیے ۱۲۰۶ھ/۱۷۹۱ء ہی حسرتؔ کی درست تاریخِ وفات ہے:

خلاقِ مضامین جو رحلت فرمائے
ہر اہلِ سخن کو کیوں نہ حسرت رہ جائے
جرأت نے کہی رو کے یہ تاریخِ وفات
یوں جاوے جہاں سے حسرتؔ ارماں ہے ہائے
(۱۲۰۶ھ)"(۱۲)

تلامذہ:

حسرتؔ خود قادرالکلام شاعر تھے اور بڑے بڑے استاد شعراء کو اُن کے آگے زانوئے تلمذ تہہ کرنے کا شرف حاصل ہے۔ کثرتِ تلامذہ اس قدر تھی کہ انھیں یہ یاد نہیں رہتا تھا کہ ان کا شاگرد کون ہے اور کون نہیں۔ حسرتؔ کے معتدد تراجم میں شیخ قلندر بخش جرأتؔ (پ:۱۷۴۸ء۔م:۱۸۰۹ء) کو اُن کے نام ور تلامذہ میں شامل کیا گیا ہے۔ حسرتؔ کو ان کی شاگردی پر فخر تھا۔ اُن کے بیش تر شاگرد اپنے زمانے میں نام ور اور صاحبِ دیوان شعراء میں شمار ہوئے۔ گویا اردو ادب کی شعری تاریخ کی تالیف حسرتؔ اور تلامذۂ حسرتؔ کے بغیر ادھوری شمار ہوگی۔ اس کا سبب یہ ہے حسرتؔ کے تلامذہ در تلامذہ نے اردو کی شعری روایت کی تشکیل میں اپنا بھرپور کردار ادا کیا ہے۔ لالہ سری رام (پ:۱۸۷۵ء۔م:۱۹۳۰ء)، حسرتؔ کے تلامذہ کے ضمن میں لکھتے ہیں:

"حسرت کے تذکرے میں یہ بات نہایت دل چسپ اور عجیب ہے کہ ان کے فیضانِ سخن کی

ابتدا تو مغرب یعنی دلی سے ہوئی اور انتہا مشرق یعنی بنگال و بہار میں۔ جس کو بالتفصیل یوں کہنا چاہیے کہ ان کے شاگردِ رشید جرأت کے رنگ نے تو دلی کی آب وہوا میں پختہ ہو کر لکھنؤ پر اپنا اثر ڈالا اور شاگردانِ جرأت میں سے میاں مہجور صاحبِ نورتن نے اُس کو پوری آب و تاب کے ساتھ چمکایا۔ رافت کے کلام میں بھی دلی اور لکھنؤ کے ساتھ ساتھ بہار و بنگال کا کچھ اثر پایا جاتا ہے... حسرتؔ کے شاگردوں میں... قدرت اللہ قدرتؔ، نواب محبت خان محبتؔ، شہبازؔ جنگ اور خواجہ حسن حسنؔ لکھنوی وغیرہ... یہ لوگ صاحبِ دیوان اور مسلم الثبوت استاد گزرے ہیں...‘‘ (۱۳)

کلیاتِ حسرتؔ و مثنوی طوطی نامہ:

حسرتؔ کی تالیفات میں کلیاتِ حسرت اور طوطی نامہ کے علاوہ کسی تالیف کا سراغ نہیں ملتا۔ کلیاتِ حسرتؔ ساقی نامے، مثنوی، واسوخت، ترجیع بند، ترکیب بند، مسدس، مخمسات، قصائد، رباعیات غرض جملہ اصنافِ سخن کے مجموعے پر مبنی ہے۔ دو دواوینِ غزل اس پر مستزاد ہیں۔ مجموعۂ نغز میں حسرتؔ کے دیوان کی بابت رقم ہے:

’’دیوانِ مردف از و یادگار ماندہ‘‘۔ (۱۴)

حسرتؔ کے نہ صرف غزلیات پر مشتمل دو دیوان موجود ہیں بلکہ دیوانِ رباعیات بھی یادگار ہے جو کلیاتِ حسرتؔ میں شامل ہے۔ وہ صاحبِ قصائد بھی تھے۔ چوں کہ سرکار سے وابستہ رہے اس لیے مقتدر شخصیات کی مدح سرائی میں اُن کا شعری کلام ملتا ہے۔ انھوں نے اپنا پہلا دیوان ۱۱۹۲ھ میں ترتیب دیا تھا۔

ان کی مثنوی طوطی نامہ چوں کہ سحر البیاں کے دور میں منظرِ عام پر آئی لہٰذا اس کے جیسی مقبولیت حاصل نہ کر سکی۔ یہ طویل مثنوی راجہ انند کے بیٹے طوطی اور بھیلوں کے راجہ دھنی کی بیٹی شکر پارا کی داستانِ معاشقہ پر مشتمل ہے۔

مشاعروں میں شریک ہونے کے سبب اپنے عہد کے نام ور شعراء سے ان کی صاحب سلامت رہی۔ مصحفیؔ (پ:۱۷۵۱ء۔ م:۱۸۴۴ء) اُن کی شعری دست رس اور مشاعروں میں شرکت کے ضمن میں لکھتے ہیں:

’’فقیر اور ادر مشاعرہ ہائے لکھنؤ دیدہ... شعرائے ایں دیار اور ا از اول بہ استادی قبول کردہ اند۔ در قصیدہ و غزل یدِ طولیٰ دارد...‘‘ (۱۵)

تذکرۂ طبقات الشعراء میں قدرت اللہ شوقؔ نے حسرتؔ کی سخن وری کو سراہتے ہوئے اہلِ کمال کے ان کی جانب رجوع کا ذکر کیا ہے:

’’از مدتے آوازۂ سخن وری او می شنیدم کہ در بلدۂ لکھنؤ اقامت دارد و اکثر سخن طرازان از فیضِ صحبتِ او استفادہ کمال حاصل نمودہ و بعضے منکرین فکر عالیش پائمال حسرت گردید...‘‘ (۱۶)

شعری خصائص:

حسرتؔ کے خصائص شعری میں سادگی ادا نمایاں ہے۔ چوں کہ غزل اُن کا خاص میدان ہے اس لیے حمد و نعت، قصائد اور منقبت میں طبع آزمائی کرنے کے باوجود وہ غزل کے مردِ میدان ٹھہرے اور سادگی ان کی شاعری کی نمایاں

صفت قرار پائی۔ شیفتہؔ (پ:۱۸۰۹ء۔م:۱۸۹۶ء) کلامِ حسرتؔ کی اس خصوصیت کے ضمن میں لکھتے ہیں:

"کلام کی سادگی اور اصابتِ خیال کے اعتبار سے مشہور ہیں۔" (۱۷)

حسرت کی غزل گوئی سادگی کے باوجود لکھنوی اندازِ بیاں کی حامل ہے یعنی سادہ و پر کار ہے۔ روزمرہ و محاورہ کی پابندی، اودھ کے رنگین ماحول کی عکاسی اُن کی غزل کو آب و تاب بخشتی ہے تاہم آزاد (پ:۱۸۳۹ء۔م:۱۹۱۰ء) نے ان کے دیوان اوّل کی بنیاد پر آبِ حیات میں اُن کے کلام کو پھیکے شربت کا مزہ قرار دیا ہے۔ ان کا کلام تصنع اور رعایتِ لفظی کے بُعد سے مبرا ہے۔ موزوں تراکیب، برجستہ الفاظ کے استعمال سے سادگی و سلاست کو برقرار رکھا ہے۔ اپنے کلام کی تاثیر اور شہرت کے سبب حسرتؔ خود کو میرؔ و سوداؔ (پ:۱۷۱۳ء۔م:۱۷۸۱ء) کا ہم پلہ سمجھتے تھے۔ وہ قادرالکلام شاعر ضرور تھے۔ تاہم اپنے عہد کے اساتذہ کے مقام و مرتبے تک پہنچنا اور اُن کا سا انداز پیدا کرنا اُن کے لیے ممکن نہیں تھا۔ یہی سبب ہے کہ نورالحسن ہاشمی نے انھیں مومنؔ (پ:۱۸۰۰ء۔م:۱۸۵۲ء) و جرأت کا پیش رو قرار دیا ہے۔

حسرتؔ کی غزل گوئی میں حسن و عشق، تصوف، تغزل، اخلاقیات، غزلِ مسلسل اور روانی و دوانی کے عناصر بہ درجۂ اتم موجود ہیں۔ عبدالغفور نساخ کلامِ حسرتؔ کے خصائص میں لکھتے ہیں:

"شاعر پختہ گو و متین، کلامش نہایت مربوط و رنگین۔ ہمہ اقسامِ سخن بہ خوبی گفتہ... بالجملہ پایۂ کلام مشارالیہ ارفع و رتبۂ شاعریش منیع۔" (۱۹)

شورش عظیم آبادی (م:۱۷۸۱ء) کے نزدیک وہ طبیعتِ رسا کے مالک اور خوب کہنہ سخن تھے۔ جب کہ عشقیؔ (پ:۱۷۷۰ء۔م:۱۸۱۵ء) کے نزدیک اپنی شعری طبع کی مناسبت سے وہ مضامینِ برجستہ و دل نشین کہنے پر قادر تھے۔ (۲۰)

حسرتؔ کے ہاں میرؔ، سوداؔ اور دردؔ کی روایت کا نیاپن ملتا ہے۔ مجموعی طور پر حسرتؔ کی شاعری مبالغے، صنائع بدائع کے استعمال، مضمون آفرینی، خارجیت، معاملہ بندی اور رعایتِ لفظی جیسے عناصر کے امتزاج سے مخصوصِ لکھنوی فضا کی حامل ہے۔

ترجمۂ حسرت در تذکرۃ الشعراء از خیراتی لعل بے جگر:

تذکرۃ الشعراء از خیراتی لعل بے جگر کے ترجمۂ حسرت میں دیگر تذکروں کی نسبت انتخابِ کلامِ حسرتؔ زیادہ ہے۔ تذکرۂ مذکور کی عدم طباعت کے سبب سرِ دست حسرتؔ کے اس ترجمے کو بحال کرنے کی کاوش کی گئی ہے۔ چوں کہ یہ تذکرہ زبانِ فارسی میں ہے اس لیے پہلے فارسی متن، پھر اس کا ترجمہ اور بعد ازاں انتخابِ کلامِ حسرتؔ ذیل میں درج کیا گیا ہے:

"حسرتؔ، جعفر علی عطار از عطر فشانی، خامۂ مشکیں دیوانش طبلہ عطار است و بہ نکہت رسائی فکرِ رنگیں، بر صفحہ از بیاضش بخیۂ گل زار بی بی۔ آن یک دست دشتِ چین و تا تار است۔ و این یک قلم چون ماہ فرور دیں سرِ مشقِ بہار بہ مشاہدۂ سفینۂ اشعارِ او گل چنانِ حدائقِ سخن راخارِ حسرت بہ

دل و بہ گلگشتِ ریاضِ افکاروی سیاحانِ این چمن راپای حیرت در گل۔ خلف الصدق میر ابوالخیر عطار بودہ کہ دکان عطاری متصل اکبری دروازہ داشت۔ از ابتدائیش تمیزِ مشک ریزیِ فکر سراپا بہار خود نگار خانۂ شاعری راخانۂ عطار کردہ۔ فخرش ہمیں بس کہ شعرای شاگردانِ دیگر میاں قلندر بخش جرأتؔ بہم کہ کوش ملک الشعرای و قانون استادی در شہر لکھنؤ بنامِ خود می نواخت۔ چندی چنگِ شاگردی بہ دامنش زدہ خود از مستفیضان رای سرپ سنگھ دیوانہ است۔ حال آن کہ ستائش مقتضی بہ اقرار این فنی نمی شد۔ بہ قولِ مصحفیؔ جوانِ خلیق و حلیم و سلیم بودو تامدت بہ پیشہ شاعری بسر آوردہ۔ ونیز در ملازمانِ سرکار مرزا جہاں دار شاہ الملقب بہ صاحبِ عالم کہ ذکرش در ردیف جیم گذشت منسلک ماندہ۔ چون شیشۂ حیات پدرش برسنگِ فنا شکست ترک روزگار، گفتہ بجای او دکان عطاری ہر چند آخر ناگہاں بہ ایمایِ بزرگی از بساطِ گرم بازاریِ دنیا برخاستہ، بادلِ سرود ز گوشۂ عزلت برخاکِ درویشی نشست۔ غرض یہ کہ شعرای الشہر مقرب استادش بودہ آمد۔ در قصیدہ و غزل وغیرہ دست گاہ کثیر دارد۔ این چند نافۂ تاتارِ مشک آگیں از دکانِ طبعِ حسرت یارانِ نکتہ چیں است"۔(۲۱)

[ترجمہ: جعفر علی حسرتؔ جو پیشۂ عطر فروشی کے سبب عطار کہلائے، اُن کا معطر دیوان در حقیقت عطر فروشوں کی ڈبیا ہے۔ اُن کے دیوان کا ہر صفحہ، ان کی فکرِ رنگین سے حسینانِ گلستان سے اس قدر متصل دکھائی دیتا ہے کہ ایک لمحے میں چین و تاتار کا سرسبز جنگل معلوم ہوتا ہے۔ اور اس دیوان کی خاصیت ایسی ہے جیسے فروردی (مارچ/اپریل) کے مہینے میں آغازِ بہار کا مشاہدہ کیا جائے۔ ان کے اشعار، باغیچۂ شعر گوئی میں گلاب کے پھولوں کی مانند ہیں جہاں حیران کن طور پر اس وادیِ سخن کے سیاح چلتے ہوئے اگر کانٹے پر قدم رکھیں تو وہ ان کی فکرِ بلیغ سے گل کا روپ دھار لیتا ہے۔ وہ میر ابوالخیر عطار کے فرزند ہیں جن کی دکانِ عطر اکبری دروازے کے متصل تھی۔ آغازِ شاعری سے ہی ان کی فکر سر تاپا مانندِ بہار تھی۔ جو ہر سو عطر بکھیرتی، جس سے ان کی شاعری معطر تصویروں کی گیلری معلوم ہوتی ہے۔ ہمارے لیے یہ فخر ہی کافی ہے کہ دیگر شاعر شاگردوں کے مابین میاں قلندر بخش، جرأتؔ ان کے حلقہ تلمذ میں شامل تھے۔ جن سے انھوں نے قانونِ استادی سیکھے انھیں کے فیضان سے وہ لکھنؤ کے ملک الشعراء ہوئے۔ خود انھوں نے رائے سرپ سنگھ دیوانہ کے آگے زانوئے تلمذ تہہ کیا اور جتنی ستائش اس تلمذ کی انھیں کرنی چاہیے تھی، وہ نہ کی۔ مصحفیؔ کے بقول وہ خوش خلق، بردبار اور راست باز انسان تھے، جنھوں نے ایک مدت تک شاعری کو بہ طور پیشہ اختیار کیے رکھا۔ مزید یہ کہ وہ مرزا جہاں دار شاہ ملقب بہ صاحب عالم کی سرکار سے وابستہ ہوئے جن کا ذکر ردیف جیم میں گزرا ہے۔ جیسے ہی اُن کے والد نے اس دارِ فانی سے کوچ کیا تو کہتے ہیں کہ انھوں نے شعر و

شاعری کو خیر باد کہا اور والد کی دکانِ عطاری سنبھال لی۔ بالآخر کسی صاحبِ نظر کی نظر کرم سے انھوں نے دنیاوی امور سے کنارہ کشی اختیار کی۔ وہ اپنے دل کی آواز پر خلوت نشینی پر تکیہ کرتے ہوئے ضمرۂ درویشی میں داخل ہوگئے۔ مختصراً یہ کہ شہر کے منظورِ نظر اساتذہ میں شمار ہوئے۔ قصیدہ اور غزل وغیرہ میں قدرت رکھتے تھے۔ یارانِ نکتہ داں کے لیے حسرتؔ کی دکانِ طبع سے چند تا تارِ مشک کے حامل نافے بہ صورت اشعار پیشِ خدمت ہیں:

کس کی نگہ کا تیر لگا آہ کیا ہوا
تڑپے ہے دل مرا اسے اللہ کیا ہوا
کوئی دم کی بات ہے کہ نہ تھا بے قرار دل
کیا آفت اس پہ آگئی ناگاہ کیا ہوا

ولہ

زخمیٔ بے شمار ہے تیغِ جفائے یار کا
کس سے کہوں میں جا کے آہ حالِ دلِ فگار کا
یار سے دور یوں ہمیں پھینک دیا ہے ہے غضب
ہم نے کیا تھا کیا گناہ گردشِ روزگار کا
روتے ہی اُس کو گزرے ہے ہجر میں تیرے رات دن
حال میں کیا کروں بیاں حسرتؔ بے قرار کا (۲۲)

ولہ

بیاں کیا کیجئے اُس سروِ رواں کے قد و قامت کا
بلا ہے آفتِ جاں ہے نمونہ ہے قیامت کا (۲۳)

ولہ

خدا حافظ ہے کیوں محفل میں اُس کا نام آیا تھا
تڑپنے سے ابھی دل کو مرے آرام آیا تھا
فلک اک دم بھی تو نے وصل کی شب کو نہ ٹھہرایا
یہ ساری عمر میں تجھ تک ہمارا کام آیا تھا (۲۴)

ولہ

کسے منظور تھا یہاں تلخ کیجئے زندگانی کو

وے کیا کیجئے حسرت بلائے ناگہانی کو(۲۵)

ولہ

ترے جور و ستم سے **گر کروں سر** آہ و فغاں کو

ہلا دوں عرش **اوپر نیم** کروں محشر کے میدان کو(۲۶)

عبث ترسا کے نہ کر ذبح کافر اک مسلماں کو

خدا کے واسطے رکھ دے گلے پر تیغ بر آں کو

تصور نے ترے **پیارے** یہاں تک تفرقہ ڈالا

کہ ملنا ہو گیا دشوار اب مژگان سے مژگاں کو(۲۷)

ولہ

نازک دلوں کے **زخم کو** مرہم کبھو نہ ہو

پیراہنِ حباب پھٹے تو رفو نہ ہو(۲۸)

ولہ

جہاں ہے مہر وہیں آسمان رکھ لیجیو

شبِ وصال کو اور ایک آن رکھ لیجیو

ولہ

میں یہ تجھے نہیں کہتا کہ **چرخ** جلد نہ پھر

پے کل کی چال پے ٹک اپنا دھیان رکھ لیجیو(۲۹)

نسیم **گو** ہے تو گلگونِ **بادیا** پے سوار

وے جہاں ہے وہیں ٹک عنان رکھ لیجیو(۳۰)

ولہ

ہر آن **ہیں** مژگان پر لختِ جگرِ تازہ

یہ نخلِ محبت **میں** دیکھا ہے ثمر تازہ(۳۱)

ہر دل دلِ سوزاں کا احوال ہے کچھ کا کچھ

جو قاصدِ اشک آیا لایا خبر تازہ(۳۲)

ولہ

تیرے سامنے ہو یہ دل جان کیا ہے

غضب ہے بلا ہے تری آن کیا ہے

کہا کرتے ہیں پھر نہ ملیے گا اُس سے

نہ **ملیے گا اُس** سے یہ امکان کیا ہے (۳۳)

ولہ

کس کا ہے جگر جس پہ یہ بیداد کروگے
لو دل تمھیں ہم دیتے ہیں کیا یاد کروگے
دل لینے کو اوروں سے بھی کہہ دیکھیو بھلا کچھ
لاویں گے بجا ہم تو جو ارشاد کروگے
بے خوابی و حیرانی و طغیانی گریہ
سب آنکھوں میں **پی** لیں گے جو امداد کروگے (۳۴)
تاراج کیا صبر و دل و جان پھر آگے
کیا خاک ہے مجھ میں جسے برباد کروگے
پانی کریں پتھر کو بھی حسرتؔ کی یہ آہیں
دل **اپنا** بتاں کب تئیں فولاد کروگے (۳۵)

قطعہ

جی میں آتا ہے کہ اس شوخ کی محفل میں جا
ساتھ لے جاؤں میں ایک اور طرح دار لگا
اور یہ عرض کروں ہنستے دل کے حاضر
قیمت بوسہ پے دیتا ہوں میں ناچار لگا
آپ گر لیویں تو لیں ورنہ کسی اور کو دوں
ساتھ پھرتا ہے کئی دن سے خریدار لگا

ولہ

جانا تو ایک روز **مقرر** تھا حسن کا
پر حیف ہے کہ مفت میں حسرتؔ کا گھر گیا (۳۶)

ولہ قطعہ

حسرتؔ ہزار رنگ سے بولا میں جھوٹ سچ
یعنی کہ نوبت آوے سخن کی قسم تلک
لیکن سمجھ کے بات کو اُس نے اُڑا دیا
پہنچاتے ورنہ ہاتھ ہم اُس کے قدم تلک

ولہ رباعی

گر اُس کو دمِ سفر نہ دیکھا تو کیا
رخصت میں نگاہ بھر نہ دیکھا تو کیا
دل میں بھی خیال اُس کا ظاہر میں اب
دیکھا تو کیا وگرنہ دیکھا تو کیا(۳۷)

☆☆☆☆☆

حوالے

(۱) جمیل جالبی، ڈاکٹر، تاریخِ ادب اردو، (جلد دوم، حصہ دوم)، (دہلی: ایجوکیشنل پبلشنگ ہاؤس، س۔ن)، ۸۷۹۔
(۲) حسرتؔ دہلوی: جعفر علی، کلیاتِ حسرتؔ، نورالحسن ہاشمی، ڈاکٹر (مرتب)، (لکھنو: سرفراز پریس، ۱۹۶۶ء)، دیباچہ د۔
(۳) مصحفیؔ، غلام ہمدانی، تذکرۂ ھندی، (اورنگ آباد (دکن): انجمن ترقی اردو، ۱۹۳۳ء)، ۴۷۔
(۴) اسپرنگر، یادگارِ شعراء، طفیل احمد (مترجم)، (لکھن: اتر دیش اردو اکادمی، ۱۹۸۵ء)، ۶۱۔
(۵) اطن، قطب الدین، گلستان بے خزاں، (لکھنو: اتر پردیش اردو اکادمی، ۱۹۸۲ء)، ۶۸۔
(۶) عشقیؔ عظیم آبادی، وجیہہ الدین، تذکرۂ عشقی، عطاکاکوی (مرتب ومترجم)، (پٹنہ: رئیس ادارۂ تحقیقات، ۱۹۶۹ء)، ۶۴۔
(۷) حسرتؔ دہلوی، جعفر علی، کلیاتِ حسرت، مقدمہ ہ
(۸) حوالۂ مذکور، مقدمہ و
(۹) ابوالکلام آزاد، مولانا، حضرت، مرقعِ شعراء، سکینہ رام، رام بابو، ڈاکٹر (مرتب)، (دہلی: دھومی مال دھرم داس ۱۹۵۶ء)، ۱۴۔
(۱۰) ارمان، جنمے جے متر، نسخۂ دلکشا، رئیس انور رحمن (مدون)، (دیوبند: علمی مرکز، ۱۹۷۹ء)، ۶۶۔
(۱۱) لطف، مرزا علی، تذکرۂ گلشنِ ھند، زور، محی الدین قادری (مرتب)، (علی گڑھ: مطبع مسلم یونیورسٹی، ۱۹۳۴ء)، ۱۰۷۔
(۱۲) حسرتؔ دہلوی، کلیاتِ حسرت، مقدمہ و
(۱۳) لالہ سری رام، خمخانۂ جاوید (جلد دوم)، (دہلی: امپیریل پرنٹنگ پریس، ۱۹۱۱ء)، ۴۰۸، ۴۰۹۔
(۱۴) قاسم، میر قدرت اللہ، مجموعۂ نغز، شیرانی، حافظ محمود (مرتب)، (دہلی: نیشنل اکادمی دریا گنج، ۱۹۷۳ء)، ۲۰۷۔۲۰۸۔
(۱۵) مصحفیؔ، غلام ہمدانی، تذکرۂ ھندی، ۴۷
(۱۶) شوقؔ، قدرت اللہ، تذکرۂ طبقات الشعراء، فاروقی، نثار احمد (مرتب)، (لاہور: مجلسِ ترقی ادب، ۱۹۶۵ء)، ۲۹۰۔
(۱۷) شیفتہؔ، مصطفی خاں، نواب، گلشن بے خار، احسان الحق فاروقی (مترجم) (کراچی: آل پاکستان ایجوکیشنل کانفرنس،

۱۹۶۲ء)،۱۶۷۔

(۱۸) نساخ، عبد الغفور، تذکرۂ سخن شعراء، عطا کاکوی (مرتب)، (پٹنہ: عظیم الشان بک ڈپو، ۱۹۷۲ء)، ۵۸۔

(۱۹) یکتا، سید احد علی خاں، دستور الفصاحت، عرشی، امتیاز علی (مرتب)، (نئی دہلی: نیو پرنٹ سینٹر دریا گنج، ۲۰۱۵ء)، ۷۲۔

(۲۰) شورشؔ عظیم آبادی، عشقؔ عظیم آبادی، دو تذکرے، کلیم الدین احمد، (مرتب)، (پٹنہ: لیتھو پریس، ۱۹۵۹ء)، ۲۱۹۔۲۲۰۔

(۲۱) بے جگرؔ، خیراتی لعل، تذکرۃ الشعراء، (غیر مطبوعہ قلمی مخطوطہ)، (لاہور: مائیکروفلم، مرکزی کتب خانہ، جامعہ پنجاب، ایکیشن نمبر: ۹۴۱۴، سیریل نمبر ۴۶۴)، ورق ۵۹ب۔۶۱ب۔

(۲۲) کلیاتِ حسرتؔ میں مصرعِ ثانی درجِ ذیل صورت میں موجود ہے:

ب:-------------بیاں کروں-------------

نیز بے جگرؔ نے حوض میں پہلے لفظ "میاں" لکھ کر "میاں" کا میم قلم زد کر کے "بیاں" تحریر کیا ہے۔(مرتب)

(۲۳) شعر مذکور کے بعد درجِ ذیل شعر حوض میں قلم زد کیا ہے:

حسرتؔ کا حال پوچھے اگر یار اے صبا
کہیو کہ دردِ ہجر سے رو رو کے مر گیا

(۲۴) شعر مذکور کے بعد حوض میں درجِ ذیل اشعار قلم زد کیے ہیں:

نہیں معلوم کیا تھا جو سحر تک شمع رویا کی
کچھ اپنا حال پروانہ سنانے شام آیا تھا

ہوا لب ریز جامِ زندگی جس وقت اے حسرتؔ
دریغ اُس وقت میں ساقی پلانے جام آیا تھا

ولہ

حسرتؔ نے تیرے ہجر میں رو رو کے جان دی
بے رحم اُس کے مرنے کا تجھ کو بھی غم ہوا

ولہ

جوں لالۂ بہار کر رہا ہے
یہ سینۂ داغ دار اپنا

ولہ

تجھ بن ہے اس طرح سے مرے دل کو اضطراب
ہوتا ہے جس طرح کسی بسمل کو اضطراب

ولہ

سارباں محملِ لیلیٰ کو ادھر ٹک لے چل

خاک مجنوں کی بھٹکتی ہے بیاباں کے بیچ

ولہ

آخر تیرے غم میں مر گئے ہم

بھرنا تھا جو دکھ سو بھر گئے ہم

قطعہ

کل روتے ہوئے جو اتفاقاً

حسرتؔ کے مزار پر گئے ہم

پڑھتا تھا یہ شعر وہ تہِ خاک

بس سنتے ہی جس کے گر گئے ہم☆۱

ولہ

واماندوں پہ دیکھئے کہ کیا ہو

اپنا تو نباہ کر گئے ہم

☆۱۔ کلیاتِ حسرت، ب:-------------------------مر----

(۲۵) کلیاتِ حسرتؔ، "یوں" بہ جائے "یہاں"۔ شعر کی معنویت کے پیشِ نظر "یوں" فصیح ہے۔(مرتب) مزید یہ کہ شعر مذکور کے بعد درجِ ذیل شعر قلم زد کیا ہے:

بہ صد خونِ جگر **ایک** قطرہ مژگان تک پہنچتا ہے نہ دے بربادیوں اے چشمِ اشکِ ارغوانی کو☆۲

☆۲۔ کلیاتِ حسرت:ا:--------------یک--------------

(۲۶) // //،ا:-------------------------سر کروں گر

// //،ب:--------------اور بر ہم-------------

(۲۷) // //،ا:---------------------ظالم--------------

(۲۸) // //،ا:---------------------کا---------------

(۲۹) // //،ا:-------------------------آج-----

شعر مذکور کے بعد درجِ ذیل دو شعر قلم زد کیے ہیں:

جہاں میں ہوئی ہے جب تک کہ آمد آمدِ صبح

تو دے کے وقفہ اسے درمیاں رکھ لیجیو

چلا وہ گھر سے نکل کر اور اب تک ساتھ ہوئے

کرے ہے کوچ مرا کارروان رکھ لیجیو☆۳

☆۳۔ شعر مذکور کا مصرعِ اولیٰ کلیاتِ حسرت میں درجِ ذیل صورت میں موجود ہے:

ا : سحر ہوئی وہ چلا اور اشک ساتھ ہوئے

کارواں کے کوچ کرنے کی رعایت سے سامانِ اشک کا ساتھ دینا زیادہ فصیح ہے۔ بہ صورتِ دیگر، معانی کی عدم مطابقت کے سبب اس شعر کا قلم زد کرنا ہی بہتر تھا۔ اسی شعر کے دائیں حاشیہ عمودی میں درجِ ذیل دو شعر شامل کیے ہیں۔ جن کے مصاریع آخر سے ناخوانا ہیں۔ انھیں کلیاتِ حسرتؔ سے مکمل کر کے شامل کیا ہے اور تصحیح کردہ متن جلّی رکھا ہے۔(مرتب)

ابھی سہیل مرے سامنے نہ چمکانا

لگے ہے دل میں یہ نوکِ سنان رکھ لیجیو

مؤذن ایسے میں دے بیٹھیو کہیں نہ اذاں

خدا کے واسطے اپنی زبان رکھ لیجیو

(۳۰) کلیاتِ حسرتؔ، ا:۔۔۔۔۔ گرچہ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔باد۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔

(۳۱) // //، ا:۔۔۔۔۔۔۔۔۔ہے۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔

// //، ب:۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔کا۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔

(۳۲) شعر مذکور کے بعد درجِ ذیل تین شعر حوض میں قلم زد کیے ہیں۔ یہ اشعار کلیاتِ حسرتؔ میں بھی موجود نہیں ہیں:

یار کے رہنے کی منزل ہے سمجھ

بار گاہِ حضرتِ دل ہے سمجھ

صبر کب تک ہجر میں آوے اُسے

ہے نہیں ایوب یہ دل ہے سمجھ

پھڑ پھڑاوے کیوں نہ قاتل دم مرا

کیا کرے ناچار بسمل ہے سمجھ

(۳۳) کلیاتِ حسرتؔ، ب: پر اُس سے نہ ملیے۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔

شعر مذکور کے بعد درجِ ذیل چار شعر حوض میں قلم زد کیے ہیں۔ یہ شعر کلیاتِ حسرتؔ میں بھی موجود نہیں ہیں:

کڑا اک پاؤں میں پہنے کھڑا وہ سرو بالا ہے

یہ عالم دیکھ قمری نے گلے میں طوق ڈالا ہے

ولہ

اٹھا سر پر بلائے آشنائی

ہوا ہوں مبتلائے آشنائی

ملے کیوں نہ حسرتؔ دل بروں سے

ہے اس کا جی فدائے آشنائی

ولہ

کس طرح ہائے چھپاؤں میں غم اپنا حسرتؔ

یار چاہے کہ نہ دیکھے کوئی ناشاد مجھے

(۳۴) کلیاتِ حسرتؔ، ب:۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔یہ ہم۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔

(۳۵) // //، ب:۔۔۔۔۔۔۔اپنا۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔

شعر مذکور کے بعد درجِ ذیل شعر قلم زد کیا ہے۔ یہ شعر کلیاتِ حسرتؔ میں بھی موجود نہیں ہے:

داغ پر داغ نیا عشق میں کھایا ہم نے

جب سے عاشق ہوئے آرام نہ پایا ہم نے

(۳۶) کلیاتِ حسرتؔ، ا:---------------- مسلم --------------

”مقرر“ ہی درست معلوم ہوتا ہے (مرتب)۔ اس شعر کے ماقبل کے درجِ ذیل دو شعر قلم زد کیے ہیں:

یادل نے کوئے صبر میں آکر کیا مقام

یاکارواں حسن کا اب کوچ کر گیا☆۴

نازو ادا پے **چھوڑو میاں** دل فریبیاں

یادیکھ دیکھ غمزہ مرا دل ہی بھر گیا☆۵

☆۴ کلیاتِ حسرتؔ، ا:---------------- لیا --------------

☆۵ // // ، ا:---------------- نے چھوڑ دیں وہ --------

(۳۷) شعرِ مذکور کے بعد درج ذیل دو شعر قلم زد کیے ہیں:

یہ گل نظر آتا ہے مجھے شام و سحر

یہ گل نظر آتا ہے مجھے شام و سحر

جلتا تھا چراغ داغِ حسرتؔ سو اب

کل نظر آیا ہے مجھے شام و سحر

References

1- Abul *Kalām Āzād*, Molānā, Hazrat, *Muraqqa-e-Shaoarā*, Saksēna, Rām Babū, Dr (ed.), (Dehlī: Dhoomī Dharam Das, 1956 AD), 14.

2- Armān, Jammē Jae` Mitr, *Nuskha-e-Dilkushā*, Ra`ēs Ānwar Rehmān (ed.) (Deoband: cIlmī Markaz, 1979 AD), 66.

3- Bāṭin, Quṭb-ud-Dīn, *Gulistān-e-Bē Khizān,* (Lakhnow: Uttar Pradesh Urdū Academy, 1982AD) , 68.

4- Bē Jigar, Khairatī L‘al, *Tazkirat-us Shoarā,* (Unpublished Manuscript microfilm, accupation in), (Lahore : Main libarary University of the Punjab, Accession no: 9414, Sr no. 464), Folio. 59B-61B.

5- Hasrat, Jacfar cAli, *Kulliyāt-e-Hasrat,* Noor-ul-Hassan Hashmī, Dr (ed.) (Lakhnow: Sarfarāz press, 1966AD), Preface.

6- Ispringer, *Yadgār-e-Shoara,* Tufaīl Ahamd (tr.) (Lakhnow: Uttar Pardesh Urdū Academy, 1985AD)61.

7- Jalibī, Jamēl , Dr, *Tarēkh-e-Adab-e-Urdū* ,(Vol.2, P.2), Dehli: Educational Publishing House, N.D), 879.

8- Lālā Sirī Rām, *Khum Khana-e-Javēd* (part.2), (Dehlī: Imperial printing press, 1911AD), 408-409.

9- Luṭf, Mirzā cAlī, *Tazkira-e-Gulshan-e-Hind,* Zōr, Muḥayyūd-dīn (ed.), (‘Alī Garh:Maṭba Muslim University, 1934AD), 107.

10- Mushafī Ghulām Hamadānī, *Tazkira-e-Hindī,* (Aurang Āabad (Daccan): Anjuman-e-Traqī-e-Urdū, 1933AD), 74.

11- Qāsīm, Qudrat-ul-Aallh, Mīr, *Majmooa-e- Naghz*, Sheranī, Hafiz Mehmmood (ed.) (Dehlī: National Academy Daryā Ganj, 1973 AD), 207,208.

12- Shaifta, Musṭafa Khān, Nawāb, *Gulshan-e-Be Khar,* Ahsān- ul-Haq Farooqī (tr.) (Karachī: Āl Pakistān publication conferance, 1962AD), 167.

13- Shōq, Qudrat-ul-Allah, *Tazkira-e-Tabaqāt-us-Shoarā'* Farooqī, Nisār

Ahmed (ed.), (Lahore: Majlis-e-Taraqī-e-Adab, 1965 AD), 65.

14- Shorish ‘Āzeem Āabādī, Ishqī Azeem Āabādī, Do *Tazkirē,* Kalēm-ud-Dīn Aḥamed (ed.), (Paṭna: Letho Press, 1959AD) 219-220.

15- Yaktā, Sayed Ahmed ‘Alī Khān, *Dastoor-ul-Fasāhat*, ‘Arshī, Imtīaz `Alī (ed.), (New Dehlī: New Print Centre Daryā Ganj, 2015AD), 72.

❖❖❖

This work is licensed under a Creative Commons Attribution 4.0 International License.